پس یہاں ہی جو طلوعِ اسلام کے خیال میں دین کا مقصود ہے عرفان کا دوسرا نام ہے قرآن میں متعدد بار عقل و عرفان دونوں کو خدا کی عطا کردہ نعمتیں شمار کیا گیا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ۔ (۱۶ – ۷۷)

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ۔ (۸:۲۳)

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ۔ (۶۷ : ۲۳)

ان تمام آیات میں خدا نے دو چیزوں کا ذکر کیا ہے، ایک سمع و ابصار جو عقل استدلالی کا ذریعہ ہیں اور دوسرا افئدہ یعنی قلب یا نفس۔ ان آیات کی تشریح اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے "قلب یعنی افئدہ ایک داخلی وجدان یا بصیرت ہے جو رومی کے خوبصورت الفاظ میں آفتاب کی منور شعاعوں سے خوراک حاصل کرتی ہے اور انسان کو حقیقت کلی کے ان مظاہر کا جلوہ دکھاتی ہے جو سمع و ابصار کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتے۔ قرآن کی اصطلاح میں قلب ایک ایسی حس کا نام ہے جو "دیکھتی" ہے اور اس کے مشاہدات اگر انکی مناسب تعبیر و ترجمانی کی جائے کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ یہ کوئی عجیب خصوصی حس نہیں بلکہ حقیقت کلی کے ساتھ رابطہ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جس میں سمع و ابصار کا عضوی حیثیت سے کوئی دخل نہیں تاہم واردات کی جو دنیا اسکے ذریعے ہمارے سامنے آتی ہے ویسی ہی حقیقی اور واقعی ہوتی ہے، جیسے کہ اُن تجربات سے جو دوسرے ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں۔" (صفحہ ۱۵/۱۶)

عقل اندر حکم دل یزدانی است چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

اس شعر میں اقبال نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے جو مولانا روم نے کہی تھی کہ عقل محض ابلیسی صفت ہے، اور جب اسکو عرفانِ نفس کے ذریعہ رام کر لیا جائے تو یہ آدمیت کی امتیازی خصوصیت قرار پاتی ہے، ایک مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیطان کو مسلمان کر لیا ہے یعنی عقلِ استدلالی کی بیباکی کو عرفانِ نفس کی کٹھالی میں ڈال کر عرفانِ خداوندی کے کندن سے منور کر لیا ہے۔ اقبال نے اسکو یوں بیان کیا ہے:

علم را بے سوزِ دل خوانی شر است نورِ او تاریکیٔ بحر و بر است

کشتنِ ابلیس کارِ مشکل است زانکہ او گم اندر اعماقِ دل است

خوشتر آں باشد مسلمانش کنی کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی

دوسرے لفظوں میں ابلیس کو مسلمان کرنے کا طریقہ یہ ہوا کہ علم معقولی کو دل یا عرفانِ نفس سے پاک کر لیا جائے۔ امام غزالی نے اس عرفان کو ایک قسم کے نور سے تشبیہ دی ہے کہتے ہیں کہ اگر انسان تدبر و تفکر کی راہ سے معاملات سلجھانے سے عاجز آ جائے تو صرف عنایت خداوندی سے قلب میں ایک نور چمک اٹھتا ہے جس سے تمام مشکل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ (احیاء العلوم جلد اول باب اول حصہ دوم صفحات ۲۸، ۲۹ اردو ترجمہ)

یہ عرفانِ نفس یا نورِ قلب صرف پیغمبروں تک محدود نہیں، ہر انسان کو خدا کی طرف سے یہ رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ۔ (۴۲ : ۵۰)

اور کسی انسان کی یہ حیثیت نہیں کہ خدا اس سے ہمکلام ہو، مگر یہ کہ وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی قاصد کو بھیجے اور وہ خدا کے حکم سے اس کی منشاء کے مطابق اس کے دل میں ڈال دے۔

لیکن طلوعِ اسلام کی اس تنقید کا عجیب و دلچسپ پہلو یہ ہے کہ صاحب معارف القرآن نے خود اس مسلک کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ جلد دوم صفحہ ۲۲۶ (طبع اول) پر لکھتے ہیں "کہ قرآن کریم نے سماعت و بصارت یعنی قوت فکر (INTELLECT) کے علاوہ فواد یا قلب کا بھی ذکر کیا ہے (دیکھئے ۳۲/۹، ۶) یہی فواد وجدان کا سرچشمہ ہے"۔ جب خود قرآن کریم نے بقول پرویز صاحب قلب یا قلبی واردات کو (جس کو ثقافت نے عرفانِ نفس کا نام دیا تھا) منبع علم صحیح قرار دیا ہے، اور اس کو سماعت اور بصارت یعنی قوت فکر سے علاوہ بتایا ہے تو پھر ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ طلوعِ اسلام کو عرفان نفس اور عرفانِ ذات خدا کو دین کا مقصود سمجھے جانے پر کیوں اعتراض ہے؟ عرفانِ نفس سے مراد یقیناً وہ علم نہیں جو کسی چیز پر غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے اور نہ کائناتی شواہد پر محض غور و فکر سے عرفانِ خدا میسر آسکتا ہے۔ علم یعنی عقل استدلالی سے پہلی حالت میں علم النفس اور دوسری حالت میں علم طبیعات تو ضرور پیدا ہوتا ہے لیکن قرآن کے نزدیک یہ مقصود دین نہیں محض عقل نہ فکر و تدبر کی راہنمائی کافی ہوتی تو قلب اور وحی کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور پرویز صاحب کے قول کے بموجب ان دونوں کی طرف قرآن حکیم نے خود راہنمائی کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نے انفس و آفاق پر "تفکر و تدبر" کرنے پر زور دیا ہے لیکن اس "تفکر و تدبر" کو امام راغب نے صحیح طور پر معرفت یا عرفان کا نام دیا ہے، اور یقیناً یہی اس سے مراد ہے۔ لیکن طلوعِ اسلام اس تفکر و تدبر کو صرف استدلالی اور ابلیسی عقل تک محدود کرنے پر مُصر ہے۔ چنانچہ ۱۷ اپریل کے شمارہ میں صفحہ ۱۴ پر اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے۔ "کسی شئے کے متعلق علم حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس پر غور و فکر کیا جائے۔ اور اس طرح عقلی طریق سے اس کے متعلق علم حاصل کیا جائے۔ اس کو ادراک بھی کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اہل تصوف کا یہ دعوئے ہے، کہ تدبر و تفکر سے کسی شئے کی حقیقت کے متعلق علم حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کا ایک اور ذریعہ ہے، جسے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا۔ یہ علم براہ راست (DIRECTLY) حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اس شئے کی حقیقت بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اسے معرفت یا عرفان کہتے ہیں"۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طلوعِ اسلام کے نزدیک قرآنی "تدبر و تفکر" محض عقلی عمل ہے لیکن معارف القرآن جلد دوم کے چند فقرات اس اعتراض کی بے مائیگی نمایاں کرنے کیلئے کافی ہیں۔

صفحہ ۱۹۲ پر سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا عقل ادراک حقیقت کر سکتی ہے؟ اسکے جواب مختلف جگہوں پر ملاحظہ کیجئے۔

"سوچئے کہ عقل (علم استدلالی) کے ذریعہ (غیر مرئی و غیر محسوس دنیا ایک طرف) خود محسوسات کی دنیا میں حقیقت کا علم کسقدر حاصل ہو سکتا ہے؟ . . . . یہی وجہ ہے کہ خود یورپ کے جلیل القدر محققین رفتہ رفتہ اب اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں کہ علم محسوسات کے ذریعہ ادراکِ حقیقت ممکن نہیں"۔ (صفحہ ۱۹۵)

"عقل کا دائرہ اپنا ہے اور ادراکِ حقیقت اس کے بس کی چیز نہیں"۔ (صفحہ ۱۹۷)

"سائنس (یا علم محسوسات) کی رُو سے کُلی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا"۔ (صفحہ ۱۹۹)

"ہم دیکھ چکے ہیں کہ ادراکِ حقیقت علم استدلالی (عقل) کے ذریعے ممکن نہیں"۔ (صفحہ ۲۱۰)
ان اقتباسات سے جو پرویز صاحب کی اپنی کتاب سے لئے گئے ہیں چند امور طے ہو جاتے ہیں:۔

(۱) ادراکِ حقیقت ایک اہم فریضہ ہے جسکے بغیر دین کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہی وہ ادراکِ حقیقت ہے جس کو ثقافت میں عرفان یا معرفت کا نام دیا گیا تھا۔ اس روشنی میں طلوعِ اسلام (۱۹ مارچ) کا مسلک دیکھئے کہ "دین کا مقصود خدا کا عرفان نہیں"۔ یہ تضاد کس چیز کا غماز ہے؟

(۲) اس ادراکِ حقیقت کے لئے محض عقل کی رہنمائی کافی نہیں۔

اب اس کی روشنی میں طلوعِ اسلام کا یہ نقطۂ نگاہ کہ محض عقلی طریقے سے ادراکِ حقیقت ہو سکتا ہے کسقدر بے معنی رہ جاتا ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ ادراکِ حقیقت کیلئے عقل محض بیکار ہے۔ اس کے لئے "سیّ قلب" کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے یعنی عرفان ذات خداوندی اور عرفان نفس کے بغیر دین کا صحیح مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جہاں عقلی علوم کی ضرورت ہے وہاں عرفان کے بغیر بھی چارہ نہیں، نہ اکیلی عقل صحیح رہنمائی کر سکتی ہے اور نہ اکیلا عرفان، دونوں کے امتزاج ہی سے صحیح نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ جب تک برہان و دلیل کا شعلہ اور عرفان کا نور دونوں موجود نہ ہونگے انسانیت کی تعمیر ممکن نہیں۔

گہے نازش زبرہان و دلیل است — گہے نازش زجانِ جبرئیل است
بچشمے خلوت خود را بہ بیند — بچشمے جلوت خود را بہ بیند
اگر یک چشم بر بندد گناہے است — اگر یا ہر دو بیند شرط راہے است

اسلامک آئیڈیالوجی: مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم — انگریزی زبان میں اسلامی نظامِ فکر کا ایک جامع اور واضح خاکہ جس میں اسلام کے بنیادی تصوّرات اور اقدار کو ظواہر و شعائر سے الگ کر کے ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے جو فرقہ داری اور فقہی مناقشات نیز جدید تعلیم یافتہ افراد کی مذہب سے بیزاری کا سبب ہیں۔ یہ کتاب سائنس اور مذہب میں تصادم کے اسباب، سائنس اور قرآن کا نظریۂ تعلیل۔ مادی، حیاتی اور روحانی زندگی کے باہمی اثرات، فطری، مافوق الفطری امور اور معجزات۔ توحید اور صفاتِ الٰہی۔ اسلامی تصورِ مملکت کی توضیح۔ اسلام اور دیگر نظاماتِ فکر کا تقابلی مطالعہ، حضور سرورِ کائنات اور کارل مارکس کی تعلیمات کا مقابلہ۔ جیسے عالمانہ مباحث پر مشتمل ہے اور نہایت واضح، مدلل اور دلنشین انداز میں لکھی گئی ہے۔ اسلام کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

سکریٹری: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور۔ (پاکستان)

مشکلات القرآن

محمد حنیف ندوی

ایک آیت

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔

اور خدا کی راہ میں خرچ کرو، اور اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور احسان کرو، اللہ احسان کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔

ہلاکت کیا ہے؟ قرآن حکیم کی تعبیر و ترجمانی پر تبدیلیٔ حالات سے کیا اثر پڑتا ہے اور کیونکر اس کی اصلی روح نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اس کو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی زبانی سنئے۔ ابی عمران کا کہنا ہے کہ ہم لوگ قسطنطنیہ میں دشمنوں سے برسر پیکار

ابو ایوب انصاریؓ کی تصریح: تھے (یہ زمانہ یزید بن معاویہ کی خلافت کا ہے) ہماری فوج میں ایک جمعیت مصریوں کی تھی۔ اسکے سپہ سالار عقبہ بن عامر تھے، ایک گروہ اہل شام کا تھا۔ اس کی زمام قیادت یزید بن فضالہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اسی طرح مدینہ منورہ سے بھی کچھ مجاہدین اس جہاد میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ایک دن رومی فوج کی صفیں ہماری طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دیں۔ ہم نے جب یہ محسوس کیا، تو انکے مقابلہ میں اپنی فوجوں کو درست کیا اور جم کر لڑنے کا تہیہ کیا۔ ہم انکی تفصیلی نقل و حرکت کے منتظر ہی تھے اور دیکھ ہی رہے تھے کہ کون آگے بڑھ کر لڑائی کیلئے للکارتا ہے اور کب باقاعدہ جہاد کا آغاز ہوتا ہے کہ اتنے میں مدینے کا ایک شخص اپنی جان کی پروا کئے بغیر دشمن کی فوج پر حملہ آور ہوا، اور تنہا نہایت دلیری اور بیباکی سے انکی صفوں کو چیرتا اور ڈھکیلتا ہوا آگے نکل گیا۔ اس پر بعض مسلمانوں نے شور مچا دیا کہ اس نے یہ کیا حرکت کی ہے خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈال دینا کہاں جائز ہے۔ ان کا اشارہ اسی آیت مذکورہ کے مفہوم کی طرف تھا۔ حضرت ابو ایوبؓ نے اس بہادر اور شجاع مہاجر کے خلاف جب یہ اعتراض سنا تو بے قرار ہو گئے۔ انھوں نے کہا: لوگو! تم اس آیت کی تفسیر سے آگاہ نہیں۔ اس کے مورد و محل کو کچھ ہم ہی خوب سمجھتے ہیں۔ اس کا اطلاق جہاد اور اس کے متعلقات پر نہیں ہوتا کہ ان میں کوئی چیز بھی ہلاکت و بربادی کا احاطہ کرنیوالی نہیں بلکہ اس کا اطلاق اس کے برعکس ترک جہاد اور مال و دولت کی محبت پر ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اسلام کو دو قسم کے زمانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک زمانہ وہ تھا جب ہمیں آنحضرتؐ کے ساتھ رہ کر بڑی بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں، اور شب و روز جہاد و معرکہ آرائی میں مشغول رہنا پڑا۔ پھر ایک دور وہ آیا کہ اسلام کی تسخیرات کا دائرہ دور دور تک پھیل گیا اور لڑائیوں سے کسی حد تک فرصت ملی، سکون و فرصت کے اس عہد میں ہم نے یہ سوچا کہ کیوں نہ اس سے استفادہ کیا جائے اور مسلسل جہاد میں مصروف رہنے کی وجہ سے بال بچوں سے جو تغافل ہوا ہے، اور مال و دولت کی طرف سے جو بے اعتنائی اور بے توجہی رہی ہے اس کی تلافی کر لی جائے۔ ہم نے چاہا کہ اب دلجمعی سے گھروں میں بیٹھیں اور بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کے درپے ہوں ــــــ ہمارے دلوں میں اس انداز کی کمزوریوں کا آنا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکت یہ نہیں کہ تم نے اپنے کاروبار کی طرف مناسب توجہ مبذول نہیں کی، بربادی اس کو نہیں کہتے کہ تمہاری لگی بندھی آمدنیاں بند ہو گئیں، اور تم نے اپنے گھروں میں رہ کر اپنی زمینوں اور باغوں کا خیال

نہیں رکھا یا جائیگا دوں کے بڑھانے کی فکر، معاشی حالات سنوارنے کے لئے کوئی جد و جہد نہیں کی۔ بربادی اور ہلاکت یہ ہے کہ تم نے جہاد کا خیال چھوڑ دیا اور اس کی ضرورتوں اور تقاضوں سے غافل ہو گئے ـــــ ابو ایوب انصاریؓ کے اصلی الفاظ یہ ہیں:-

ایها الناس انکم لتتاؤلون هذه الآية على غير التاويل -

اے لوگو! تم نے آیت کے مورد و محل کی تعیین میں ٹھوکر کھائی ہے -

آیت کی اس تعبیر سے خدانخواستہ ابو ایوبؓ کا مطلب یہ نہیں، کہ جہاد ہر جگہ اور ہر وقت جاری ہی رہیگا۔ چاہے اسلام دلوں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو ہی جائے۔ اور ملک میں کوئی معاند اور دشمن باقی نہ رہے۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب تک پورا پورا استحکام مسلمانوں کو حاصل نہیں ہو جاتا اور داخلی و خارجی تمام فتنے ختم نہیں ہو جاتے اس وقت تک چین سے بیٹھنا مناسب نہیں۔ آج بھی جہاد سے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن میں عظیم ترین غلط فہمی یہ ہے کہ یہ جزو دین نہیں لہٰذا یہ کوئی مستقل دینی تقاضہ بھی نہیں -

دین اور جہاد میں نسبت کی وضاحت: اس میں شبہ نہیں کہ دین اور جہاد میں وہی نسبت ہے، جو مقصد و ذریعہ میں ہے۔ اس لئے یہ عقیدہ رکھنا بالکل بجا اور درست ہے کہ حقیقی مطالبہ مسلمانوں سے اس کے سوا اور کچھ نہیں، کہ وہ زندگی کے اس نقش کی پیروی کریں۔ جو اسلام سے تعبیر ہے اور عقائد و عمل کی اُن تفصیلات کو اپنائیں۔ جن کو قرآن و سنّت میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جب اس نقش کی اطاعت و پیروی کا سوال حقیقتہً ابھر کر سامنے آئیگا۔ اور کوئی قوم دیانتداری سے معاشرہ میں ان تفصیلات و جزئیات کو رواج دینا چاہے گی جن کو آنحضرتؐ نے پیش فرمایا ہے۔ تو یہ آسانی سے نہیں ہو پائیگا۔ اس وقت جہاد کی فی الواقع ضرورت پڑیگی۔ کیونکہ اسلام کا یہ تجویز کردہ نقشہ منطقی تجریدات اور ذہنی تصورات پر مشتمل نہیں، کہ جس کو ماننے اور تسلیم کر لینے سے کسی قوم کا مفاد خطرہ میں نہ پڑتا ہو۔ یا جس کو نافذ کرنے میں کسی طبقہ اور گروہ سے تصادم اور ٹکراؤ کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ بلکہ یہ تو ایسا نظامِ حیات اور ایسا اسلوبِ زیست ہے کہ ہر بدعنوانی جس کی زد پر آتی ہے اور ہر ظلم اور زیادتی کا قلع قمع کرنا جس کے اوّلین مقاصد میں داخل ہے، اس صورت میں یہ ذریعہ صرف ذریعہ نہیں رہتا بلکہ خود ایک اہم دینی نصب العین قرار پاتا ہے، اور اگر دنیا کی حالت یہ ہو، کہ ہر ہر جگہ اس کو ایک خطرہ سمجھا جاتا ہو، اور اس کے استیصال کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہو۔ تو پھر یہ نصب العین دین کا ایک مستقل تقاضا بھی ہو جاتا ہے -

---

ازدواجی زندگی کیلئے اہم قانونی تجاویز مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی ـــ عورتوں کے حقوق کا مسئلہ آج کل بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس رسالہ میں ازدواجی زندگی کے تمام اہم مسائل پر سنجیدہ علمی اور سیر حاصل بحث کر کے قانونی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور۔ (پاکستان)